Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 3 (January-March 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Historical Overview of Baloch Homeland

بلوچ وطن کا تاریخی جائزہ

Dr. Zahid Hussain Dashti
Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta
zahiddashti29@gmil.com

Dr. Shazia Jafar
Assistant Prof, Pakistan Study Center, University of Balochistan, Quetta
shazia.jaffar@yahoo.com

Durdana
Assistant Professor, (History) Govt. Girls Degree College, Satellite Town, Quetta, durdana.zahid@gmail.com

Abstract

Historical perspectives on the precise location of the Baluch nation have been diverse among historians. When considering the homeland of the Baluch people, the emphasis on their current situation holds more relevance than their historical past. Presently, the Baluch homeland extends across Baluchistan in Pakistan, Baluchistan in Iran, and Baluchistan in Turkmenistan. While in the past, the Baluch people were more dispersed, their enduring presence has been marked by the preservation of their national identity, customs, and culture, regardless of their geographical location. The Baloch nation, with roots dating back to ancient times, has inhabited regions in the Middle East, India, Baluchistan, and Iran since facing invasions by Aryans. Over the course of

CC BY

history, they have been known by different names and organized into tribes, often subject to attacks by foreign forces, leading to fragmentation and instability due to a lack of unified power. This paper aims to elucidate significant viewpoints on the Baloch homeland, offering a comprehensive exploration of historical perspectives. It delves into key aspects that shed light on the complexities of understanding the Baluch nation's historical and geographical context.

Keywords: Baluchistan, Historians, National Identity, Tribal History, Homeland

بلوچ قوم کی وطن کے بارے میں مختلف مورخین نے اپنے اپنے معلومات کے مطابق تحریر کئے ہیں۔ جہاں اس قوم کی وطن کی بات ہے تو اصل میں کسی بھی قوم کے حال کو دیکھا جاتا ہے کیونکہ ماضی سے زیادہ اس کا حال بہت اہمیت رکھتا ہے اور حال کی حقیقت یہ ہے کہ بلوچوں کا وطن بلوچستان (پاکستانی) ایرانی، افغانستان، ترکمانستان اور ماضی میں مختلف سرزمین رہے ہیں وہ جہاں بھی رہے اپنی قومی خصوصیات، روایات اور ثقافت کو زندہ رکھا۔ بلوچ تاریخ کے مختلف حصوں میں مختلف خطے اور جغرافیہ میں زندگی گزار چکی ہے۔ بلوچ جہاں بھی رہی ہے اس دور کے مورخین نے اس قوم کو جنگجو اور بہادر یا تو کسی نے مہمان نواز اور اپنے ثقافت اور سرزمین سے محبت کرنے والا قرار دیا جبکہ اس قسم کی رائے بھی پائی جاتی ہے کہ اس قوم کا وطن اصل میں کون سا سر زمین ہے؟

بلوچوں کی سرزمین کے بارے میں گل خان نصیر کے "کوچ و بلوچ" سے اقتباس شامل کیا جارہا ہے۔

> "ایرانی سپاہ کے قتل عام سے بلوچوں کے اس طائفہ یا فرقہ کے جتنے افراد بچ سکے انہوں نے اپنے آبائی وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا اور سردار میر قمبر کی سرکردگی میں سیستان، رودبار، چاغی اور خاران سے ہوتے ہوئے۔ ماراپ، سیاہ کُنب اور جھالاوان کے پہاڑوں میں آکر آباد ہوگئے چونکہ یہ ایک ایسا کوہستانی قبیلہ تھا جس کے افراد کوہ البرز کی کہانیوں میں چھوٹے بڑے ہو کر پروان چڑھے تھے لہذا ان کو جھالاوان کے پہاڑ بھی اپنے آبائی وطن کی طرح لگے۔[1]

بلوچستان کی جغرافیائی حدود اور اس کے انتظامی معاملات ہر دور میں کسی نہ کسی نشیب و فراز کا شکار ہوئے۔ جبکہ آج بھی ماضی کی طرح اس کی اہمیت اور جغرافیہ اپنی وسعت کے حساب سے پاکستان سے سب سے بڑا صوبہ ہے۔ ماضی کے بلوچستان کے

CC BY

جغرافیائی خدوخال بیان کرتے ہوئے فاروق بلوچ اپنی کتاب ''بلوچ اور اُن کا وطن'' میں ماضی کے جھروکوں سے ہمیں جو منظر پیش کرتے ہیں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

''چونکہ جدید بلوچستان میر نصیر خان نوری کے عہد میں متحد و منظم ہوا لہٰذا انہی حدود کو بلوچستان کی سیاسی ، جغرافیائی اور قومی حدود شمار کیا جاتا ہے۔ ورنہ لسانی بنیادوں پر اس کے حدود اتنے وسیع و عریض ہونگے کہ انہیں انداز بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ نصیر خان نوری کے قائم کر دہ بلوچ جغرافیہ کا کل رقبہ 3.40,000 مربع میل تھا جو ان کی رحلت 1794ء کے بعد مختلف مراحل سے گذرنے کے بعد آج انتہائی شدید تغیر اور بد نظمی کا شکار ہے نصیر خان کے بعد اس کے جانشین اس کے قائم کر دہ حدود کی حفاظت نہ کر سکے۔ 19 ویں صدی کے اوائل میں اس خطے میں برطانوی ایجنٹوں کی آمد شروع ہوئی اور اپنے مقبوضات اور ہندی نو آبادیات کو روس کے نام نہاد خطرے سے بچانے کی خاطر برطانوی حکومت نے بلوچستان کی آزاد اور خود مختار بلوچ مملکت کو روند ڈالا''[2]

برطانوی سامراج اپنے عزائم پر عمل کرتے ہوئے مغل حکمرانوں کی حکومتوں کا صفایا کیا تو اسے خطرہ اپنی مغربی سرحد پر روس سے تھا۔ روس کی ترقی پسند انہ سوچ مشرقی یورپ کے بعد ایشیا میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہی تھی ۔ لہٰذا برطانوی سامراج کو اپنی نو آبادیات ہندوستان سے افغانستان کے بارڈر تک ریلوے لائن بچھانے کا خیال آیا تا کہ بوقت ضرورت فوجی ساز و سامان کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ ہندوستانی وسائل کی لوٹ مار میں ایسٹ انڈیا کمپنی فتح مند ہو سکے۔ برطانوی سامراج نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد بلوچستان پر نظریں ڈالی ہوئی تھیں لہٰذا وہ بلوچستان کو اپنی مضبوط گزر گاہ کے طور پر اپنے زیر نگین لانا چاہتا تھا انہوں نے اپنے ذرائع کو مختلف روپ میں بلوچستان کے سفر پر بھیجا تا کہ بلوچستان کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔ ان شخصیات میں ایک اہم شخصیت پوٹنگر تھا جس نے سندھ اور بلوچستان کے سفر کے ساتھ جغرافیائی ماحول سے معلومات بھی حاصل کیں اس سلسلے میں دیگر انگریز شخصیات بھی شامل رہے جنہوں نے بلوچستان، بلوچ اور یہاں کے بارے میں معلومات کو تحریری شکل میں دی ۔ سوشلسٹ نظریات رکھنے والے بلوچ دانشور بلوچوں کی قومی تاریخ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

''بلوچوں کی اکثریت کی بنیادی ساخت آریائی ہے۔ اس کے علاوہ ہم میں سے کچھ عرب سے بھی آتے ہیں اور بلوچستان کی خالصتاً قدیم آبادی نے بھی بلوچ کو تشکیل دیا ہے ہماری پڑوسی قومیں بھی اس کا مکسچر ہیں خالص خون، خالص نسل اور خال قوم تو محض شکست خوردہ غلام و محکوم، ماضی پرست اور رنا اہل ذہنوں کے نظریات ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیا کی 1968ء سے پہلے کی ایڈیشنوں میں لکھی ہوئی یہ بات تو مانی جا سکتی ہے کہ بلوچوں کا باپ بلو، اُزبکوں کا باپ ازبک اور افغانوں کا باپ افغانیہ تین بھائی تھے مگر یہ سچ بات نہیں ہے کہ آج یہ تینوں بڑی قومیں ان تین اشخاص کی اولاد ہیں''[3]

OPEN ACCESS

جب کہ مصنف مزید لکھتے ہیں کہ:۔

"آریا بھی صرف ایک ہی بار ہمارے خطے میں نہیں آئے بلکہ یہ تو موجیں تھیں ایک گزری دوسری آئی آریا ہماری مقامی آبادی سے مل کر بھاری قوم کی تشکیل کرتے چلے گئے اور قوم میں نئے نئے لوگ نئی نئی نسلوں کے شامل ہونے کا عمل جاری ہے۔ مقصد تیسری صدی ہجری سے کوچ اور بلوچ دو ہم آہنگ اور ہم قافیہ الفاظ کی حیثیت سے تحریر میں آتے رہتے ہیں یہ دونوں الگ الگ آریائی قومیں ہیں مگر کوچ بلوچ قوم کے اندر جذب ہو کر ایسے گم ہو گئے ہیں کہ اب یہ لفظ بھی اجنبی اجنبی سا لگتا ہے"[4]

بلوچ وطن میں حکمرانی کے مختلف ادوار میں جو حکمران رہے ان کی معاشی اور سیاسی کارکردگی تاریخ کا حصہ ہے جب کہ اس ضمن میں فاروق بلوچ اپنی کتاب "بلوچ اور اُن کا وطن" میں حکمرانوں کی طرز حکمرانی اور دیگر شخصیات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

" 1410ء سے 1948ء تک قمبرانی بلوچ قبیلے کی دو بڑی شاخوں میروانی اور احمد زئی نے 538 سال بلوچستان پر حکومت کی۔ ان دو خاندانوں میں بڑے باجبروت اور اولعزم خوانین گذرے ہیں۔ جنہوں نے بلوچوں کو قومی اور جغرافیائی وحدت کو یکجا کرنے اور سمیٹنے میں انمٹ کردار ادا کیا ان میروں اور خوانین میں میر میرو کمبرانی (جدید اعلیٰ قبیلہ میروانی) میر عمر میروانی، میر بجار میروانی، میر احمد خان کمبرانی (جدید اعلیٰ قبیلہ احمد زئی) میر سمندر خان، میر عبداللہ خان، میر نصیر خان نوری، میر خدائیداد خان وغیرہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ میر احمد خان، میر عبداللہ خان اور غازی میر نصیر خان نوری بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ انہی تین فرمانرواؤں نے نہ صرف بلوچستان کے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کیا اور نصیر خان نوری نے تمام بلوچ کنفیڈریشنوں کو یکجا کر کے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور بلوچ قوم کے تقریباً سابقہ جغرافیہ کو بحال کر دیا"[5]

نامور مورخ محمد سردار خان بلوچ "بلوچ قوم کی تاریخ" میں تحریر کرتے ہیں۔

"آج بھی جب بلوچ ہزاروں سال پہلے اپنے وطن مالوف، کالدیا (عرب) سے کٹ چکے ہیں اُن کا ثقافتی سانچہ اور ڈھانچہ وہی ہے جو ایک سامی کا ہو سکتا ہے اُن کے ملبوسات، خدو خال اور رسومات موخر الذکر سے ملتے جلتے ہیں بدوؤں کی طرح انہیں خانہ بدوشی اپنی قدرتی کشش انگریزوں کے ساتھ اُتنے ہی عزیز ہے۔ جتنی صنعت پسندی، مغربی اقوام کو زراعت اور دیگر فنون اُن کے نسلی شان کے شایان نہیں عربوں کے مانند قبائلی جذبہ و تنظیم ہی اُن کی سیاسی و سماجی زندگی کے سرچشمہ ہیں"[6]

سردار خان بلوچ مزید لکھتے ہیں

"بلوچوں کے قدیم دور ہجرت اور کالدیا سے ان کے فراق کی گھتی کو سلجھانا اب ممکن نہیں کیونکہ قدیم تاریخ کے دستیاب ماخذ اس عالم ظلمات کو بے نقاب نہیں کر سکتے ابھی تک تاریخ او قات کا کوئی باقاعدہ تقابلی جدول تیار نہیں کیا جا سکا قدیم الایام یہ خانوادہ بہ خانوادہ سیاسی جوار بھاٹوں نے مشرقی اقوام میں بے حد نسلی انتشار پیدا کر دیا ہے تاہم یہ واشگاف ہوتا ہے کہ جب آریہ اور تورانی نسلیں ابھی تک خانہ بدوشی کے مراحل میں تھیں۔ تو کشائی کلدانی لوگ زیریں بابل کے امن پسند مالک تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو قیام حکومت تعمیر معابدو مصار، زراعت او رستارہ شناسی وغیرہ جیسے مختلف طلب فنون پر مذکور کر دیا"[7]

ڈاکٹر محمد اسماعیل دشتی البوشہری اپنی کتاب "بلوچ تاریخ اور عرب تہذیب" میں تحریر کرتے ہیں:۔

"دو قدیم تاریخی شہادتوں اور مصادر کا جائزہ لینے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بلوچ قبائلی گروہ اپنی قبائلی شاخوں اور برادریوں کے ساتھ ایران کے اس علاقے (یعنی کرمان، سیستان اور مغربی بلوچستان) میں رہتے تھے اور مختلف زبانوں متنوع فطرت اور وسیع نسلی روابط سے ان قبائلی اور ان کی نسلی بنیادوں کی تشکیل پاتی ہے۔ یہ نام بلوچ قبائل کو اس علاقے میں اس گروہ کے آباد ہونے سے بھی پہلے رہتے تھے جو آریا کے نام سے موسوم ہے اس حقیقت کو گواہی پتھر کے دور کے قدیم آثار بھی دیتے ہیں مشرقی وسطیٰ سے تعلق رکھنے والی دیگر نسلوں کے علاوہ اس علاقے میں افریقی، دراوڑی اور تاتائی نسلیں بھی آباد ہوئیں جن کی وجہ سے علاقے پر مختلف ثقافتوں کے اثرات قائم ہوئے ماہری بشریات یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اولین انسان نے اپنی زندگی کا آغاز افریقہ کے خطے سے کیا اور وہیں سے اپنی ہجرت کا آغاز کیا ان تاریخی شہادتوں کی روشنی میں مفروضہ یا نظریہ قائم کیا گیا ہے اس کے مطابق افریقہ سے مشرقی ایشیاء کی طرف سے ہونے والی اس ہجرت کا نقطہ آغاز بلوچستان تھا"[8]

مغربی ہمسایہ ملک ایران کے علاقے (مغربی بلوچستان) میں جو تاریخی حقیقتیں ہیں اور آثار قدیمہ کے سلسلے میں کام ہوا جس کے نتیجے میں دنیا کے اس پہلے انسان کے وجود کی نشاندہی ہوئی موجودہ بلوچ قبائل جو سیستان اور بلوچستان میں رہتے ہیں اور ان کی اچھی خاصی تعداد مرد اور ترکمانستان میں بھی رہتی ہے یہ قبائل زمانہ قدیم سے مکران بلوچستان میں آباد ہیں اور ان کا ذکر فارسی کتب "بلوچ" اور "عربی کتب" میں "بلوص" کے نام سے آیا ہے۔

اس سلسلے میں فاضل مصنف تحریر کرتے ہیں:۔

"بلوچ کردوں کی طرح ایک بہت بڑا نسلی گروہ ہے جو فارس اور کرمان کے درمیان قفص (کوچ) کے پہاڑوں کے دامن میں ان کا وسیع و عریض علاقہ ہے یہ قوم بہت زیادہ قوت و شوکت کی مالک ہے اور ان کی

OPEN ACCESS

CC BY

تعداد بھی زیادہ ہے سرکش قفص قبائل بلوچوں کے علاوہ ایک دوسرا طاقتور گروہ ہے جو بلوچوں کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے بلوچ اونی خیموں (گدانوں) میں رہتے ہیں اور ایک امن پسند قوم ہیں وہ کسی کو ناحق تکلیف نہیں پہنچاتے جبکہ قفص قبائل بلوچوں کے برعکس طبیعت کے مالک ہیں۔ بلوچ خانہ بدوش ایرانی گروہ ہے جو صحرا میں اقامت پذیر ہے یہ نہایت طاقتور اور بہادر ہوتے ہیں بلوچستان ان کا علاقہ ہے جہاں بیرونی عناصر بہت کم مداخلت کرسکتے ہیں کیونکہ یہ بیرونی جارحیت کے مقابلے میں چٹان بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں ان کی اپنی خالص زبان ہے جسے بلوچی کہا جاتا ہے۔[9]

بعض تاریخ دان کوچ و بلوچ قبائل کے درمیان تفریق کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جو "کوچ اور بلوچ" قبائل کے درمیان وقوع پذیر ہوئے ان دونوں کا ذکر ایک ہی قبیلہ کی حیثیت ہے۔ اور دونوں کو بلوچ ہیں۔اس سلسلے میں فردوسی لکھتے ہیں:۔

"بلوچوں کی زیادتیوں اور ظالمانہ کاروائیوں کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے علاقے کے گرد واقع مختلف صوبوں اور شہروں کے عوام سے روا رکھیں بادشاہ نے ان کا قتل عام کیا اور انہیں گرفتار کیا۔ لیکن درحقیقت بلوچوں کی یہ کاروائیاں شہنشاہ ایران کے ظلم کے خلاف تھیں اور وہ آزادی پسند انقلابیوں کی حیثیت سے اپنے ان اقدامات کا حق جانب تھے یہی لوگ تھے جنھوں نے عربی زبان اور دیگر قدیم انسانی عربی صفات کی مخالفت کی"[10]

عرب مصنف ابن حوقل بلوچوں کے وطن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:۔

"کرمان کے مشرق میں مکران اور صحرا واقع ہے مکران سے ساحل تک بلوچ قبائل آباد ہیں مغرب میں ملک فارس اور شمال میں صحرائے خراسان وسیستان اور جنوب میں بحیرہ فارس واقع ہے"[11]

وہ ایران کے طول و عرض میں واقع ان تمام علاقوں کا ذکر کرتا ہے کہ جن میں بلوچ قبائل آباد تھے مصنف آگے لکھتے ہیں:۔

"کوہ قفص کے پہاڑیوں میں بلوچ (بلوص) قبائل آباد ہیں۔اس کے علاوہ وہ جنوبی سمندر (بحیرہ عرب اور شمال میں جیرفت اور روذبار اور ابی غانم کی پہاڑیوں تک اور مشرق میں خواش اور صحرائے کوہ قفص اور مکران اور مغرب میں بلوچوں کی حدود منوجان اور ہرمز تک۔ یہ سات پہاڑی قلعوں کے سردار ہیں ان کے قریب کرد آباد ہیں"[12]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:۔

OPEN ACCESS
CC BY

"کوہ قفص اور صحرا میں کوئی بھی مسافران وحشی بلوچ قبائل کی لوٹ مار سے محفوظ نہ تھا اور یہ ان سے کچھ لئے بغیر انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔ لہٰذا آل بویہ کے امیر عمرو بن لیث نے ان کے خلاف فوج کشی کی اور انہیں قفص کے پہاڑوں اور صحرا سے نکال باہر کیا۔ حتیٰ کہ ہر جگہ ان پر حملہ کرکے ان کا قلع قمع کیا اور انہیں ان کے علاقوں جیرفت، روذبار، منوجان اور مکران سے نکال باہر کیا"[13]

میر خدا بخش بجارانی "ازمنہ بلوچ، تاریخ اور روایات" میں تحریر کرتے ہیں۔

"مستند مورخوں میں جنہوں نے بلوچوں کے بارے میں تمام دیگر مورخوں کے مقابلے میں بالتفصیل حالات لکھے ہیں۔ ابو شجاع ادھواری، بلال بن محسن اور ابن مسکویہ نہایت اہم ہیں۔ ان میں ابو شجاع اور ہواری خلیفہ مقتدی کا وزیر تھا۔ بلال بن محسن بھی بغداد میں وزیر اور سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہا ہے اور ابن مکویہ جو اپنے ور کا عظیم ادیب اور نہایت اعلیٰ رتبے کا مالک تھا۔ یہ بعاویہ (آل بویہ) سلاطین معز الدولہ، رکن الدولہ اور عادل الدولہ کے درباروں میں بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہا ہے آخر الذکر نے خلیفہ مستقفی کی حکومت کے آخری سالوں میں کسی تاریخ سالوں کی کسی ارتخ ۶۲۳ ہجری تا ۹۶۳ ہجری جسے متذکرہ بالا دونوں مورخ نامکمل چھوڑ گئے تھے پایہ تکمیل تک پہنچائی"[14]

موجودہ دور میں بلوچستان جو کہ بلوچوں کی اصل سرزمین ہے 21ویں صدی میں جہاں دنیا کے اقوام اور ممالک ترقی کے انتہائی اعلیٰ منازل تک پہنچ گئے ہیں بلوچ اپنی سرزمین بلوچستان میں اپنے روزگار، تعلیم، صحت اور زندگی کے مختلف شعبوں میں کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ موجودہ بلوچستان کی محل وقوع کو بیان کرتے ہوئے "بلوچستان تاریخ اور مذہب" کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی بلوچ لکھتے ہیں:۔

"بلوچستان، پاکستان کے جنوب مغرب میں ایک وسیع علاقے کو گھیرے ہوئے ہے اس کے شمال میں افغانستان اور مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقے، شمال مشرق میں پنجاب، مشرق میں سندھ، جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں ایران واقع ہیں یہ 24-55اور32-40 عرض بلد اور 60-45اور70-17 مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے"[15]

بلوچ وطن کے بارے میں فاروق بلوچ اپنے کتاب "بلوچ اور اُن کا وطن" میں تحریر کرتے ہیں:۔

"وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور بلوچ پھر ایک مرکز کے گرد جمع ہوئے اور اپنی بہادری اور سطوت کے نشان کرمان، قندھار، بندر عباس، مشہد، پنجاب اور دھلی تک نقش کئے اور 538 سال کی حکمرانی کے بعد آخر اپنی زندگی میں اس کی تکمیل نہ کرسکے۔ وہ ایسے مغلوب ہوئے کہ نہ صرف ان کی قومی وحدت تقسیم

OPEN ACCESS
CC BY

ہوئی بلکہ جغرافیائی اور سیاسی طور پر ان کی عظیم الشان خطہ زمین کے حصے بخرے کر دیئے گئے۔ او
رموجودہ دور میں ان کی سابقہ سلطنت تین ممالک یعنی ایران، افغانستان اور پاکستان میں منقسم ہے۔"[16]

موجودہ بلوچستان نہ صرف اپنے باسیوں کے لئے اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس پر عالمی قوتیں اور سامراجی اداروں کی بھی گہری نظر ہے اس خصوصیت کو مد نظر رکھ وقت کے مورخ نے بھی اپنی قلم کے ذریعے اس کی اہمیت ظاہر کی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی بلوچ "بلوچستان تاریخ اور مذہب" میں لکھتے ہیں:۔

"بلوچستان بھی اپنے مخصوص جغرافیائی محل و قوع کی بناء پر نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ایک طرف اس کے پاس 471 میل طویل ساحل ہے تو دوسری طرف درہ بولان اور درہ مولا جیسی قدیم پہاڑی گزرگاہیں ہیں۔ اس طرح اس کے پاس لسبیلہ اور مکران کا خشکی کا قدیم ترین راستہ بھی ہے جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ گزرتا ہے۔ ان گزرگاہوں سے گزرنے والے جہاں بلوچستان کی تاریخ او رثقافت پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں وہاں پوری دنیا کو اس کی جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کا احساس بھی دلایاہے۔ سکندر اعظم سے لے کر عرب مسلمانوں تک یہ خطہ دنیا کی عظیم ترین تہذیبوں کے زیر اثر رہا بلکہ اب تو مہرگڑھ سے بر آمد ہونے والے آثار نے بلوچستان میں ایک ایسی قدیم تہذیب کی نشاندہی کی ہے جو چار ہزار سال قبل مسیح میں اپنے عروج پر تھی تقریباً سات ہزار سال قبل مسیح میں اس کا آغاز ہوا تھا"[17]

کسی بھی قوم کو اپنی سر زمین یا وطن کو آباد اور زندگی کے رنگوں سے ہم آہنگ رکھنے کے لئے بہت سے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ بلوچ بھی وہ قوم ہے جس نے اپنی وطن کے لئے بے شمار قربانیاں دی اور ہر دور میں ظالم اور جابر کے سامنے ڈٹ گئے۔ ماضی میں انگریز سامراج اور برطانوی حکمرانوں کے خلاف نہ صرف جنگیں لڑیں بلکہ اپنے وطن کے دفاع کے لئے بہت سے تکالیف برداشت کئے۔ جبکہ مورخین بلوچ کو اپنے وطن کے لئے ہر وقت تیار اور سامنے والے صف میں پایا اس سلسلے میں فاروق بلوچ اپنی کتاب "بلوچ اور اُن کا وطن" میں تحریر کرتے ہیں۔

"موجودہ ایرانی، افغانی اور پاکستانی بلوچستان کے تمام علاقوں میں بلوچوں کی سکونت کے واضح ثبوت موجود ہیں جنہوں نے ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر در اندازوں، حملہ آوروں اور قابضوں کے خلاف اپنی جنگ لڑی، حملہ آور طاقتور اور ہر طرح سے مسلح غیر ملکی افواج کے سامنے ایک بار پھر صحرائی، پہاڑی اور نہتے بلوچ ڈٹ گئے اور جیرفت سے لے کر دھڑام تک ایک طویل اور تھکا دینے والا محاذ اپنے دشمنوں پر کھولا اور قربانیوں کی ایک لازوال تاریخ رقم کی۔ ان کے بے شمار میر و معتبر اور قبائلی ان خونی جنگوں کی

CC BY

نذر ہو گئے اور جب دشمن کا غلبہ مزید بڑھنے لگا تو یہ جفاکش پہاڑی باشندے اپنے پہاڑی کمین گاہوں میں چلے گئے جہاں آل بویہ کے کرائے کے سپاہیوں کا پہنچنا ممکن تھا"[18]

بلوچوں میں بلوچوں نے اپنے وطن میں کس طرح کی طرز حکمرانی اختیار کی اور ان کے قبائل کے درمیان کس طرح کے اتفاق، یکجہتی اور کس قسم کے اختلافات تھے اس سلسلے میں عزیز محمد بگٹی تحریر کرتے ہیں:۔

"میر نصیر خان نوری نے بلوچستان کے کچھ حصوں میں ڈھیلا ڈھالا قبائلی وفاق بنالیا تھا۔ لیکن بہت سے بلوچی بولنے والے اس وفاق میں شامل نہیں ہوئے۔ مثلاً مری، بگٹی، بلیدی، کھوسہ، بجارانی، سندرانی، مزاری، لنڈ، دریشک، لغاری، گورشانی، قیصرانی، بزدار، کھیتران، پڑ، رند، گشکوری، دشتی، غلام بولک، گوپانگ، دودائی، چانڈے، تالپر اور بہت سے چھوٹے چھوٹے قبائل بھی خوانین قلات کے ماتحت نہیں رہے۔ نصیر خان نے نادر شاہ کی ملازمت میں "یساول" کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اور نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے دیرینہ ملازم احمد شاہ ابدالی فوج میں شامل ہو گیا۔ احمد شاہ ابدالی نے اسے اس کے بڑے بھائی کی جگہ قلات کی گدی پر بٹھادیا۔ اور خود برائے نام حکمران رہا۔ نصیر خان اس کا ہمیشہ وفادار رہا۔ نصیر خان کی وفات کے فوراً بعد ہی اس کی وفاقی ریاست طوائف الملوکی کی شکار ہو گئی۔ نصیر خان نے ایک حکمران کی حیثیت سے جو طاقت حاصل کی تھی اور جتنی تیزی سے بڑھالی تھی۔ اس کے جانشینوں نے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے کھودی۔"[19]

آج کے بلوچ قوم کے وطن اور اُن کے آپس کے تعلقات کے بارے میں بعض مورخین اور دانشور مختلف رائے رکھتے ہیں جب کہ طاہر بزنجو "بلوچستان، تاریخ وسیاست اور حساس محل وقوع" میں اس خدشے کا اظہار کرتے ہیں کہ بلوچوں کے درمیان آج کے دور میں بھی ماضی کی طرح دوریاں قائم ہیں اور وہ اپنے ذاتی مفادات کے تحت تقسیم در تقسیم کا شکار ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"صدیاں گزرنے کے باوجود عالمگیریت کے اس طوفانی دور میں بھی بلوچ بطور قوم بے شمار قبائل اور ٹکڑوں میں تقسیم ہیں اور قبائلی فرقہ واریت وہ نشہ آور مشروب ہے جو کل کی طرح آج بھی اجتماعی سوچ اور قومی اتحاد کے سامنے بڑی رکاوٹوں میں سے ایک ہے۔ انگریزوں نے بلوچوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سرداران قبائل کی مدد اور تعاون سے اپنے خلاف اٹھنے والی مزاحمتی تحریکوں کو بے دردی سے کچل دیا۔ اور ملکی حکمرانوں کی بھی زبردست خواہش ہے کہ قبائلی فرقہ واریت کا سلسلہ بدستور قائم رہے تاکہ وہ کسی بڑی مزاحمت کے بغیر بلوچستان کے وسائل کو لوٹتے رہیں۔ قبائلی جھگڑوں اور تنازعات کو ہوا دینے کے باوجود بلوچستان کے معاشرے میں قومی مفادات اور قومی یکجہتی کو اولیت دینے کا تصور بتدریج تقویت حاصل کر رہا ہے۔"[20]

OPEN ACCESS
CC BY

بلوچستان کے حوالے سے آج کا مورخ اور دانشور اپنی اپنی رائے رکھتے ہیں جبکہ بعض حقائق پسند دانشور اور مورخ اس سلسلے میں کسی ڈھکے چھپے کے بغیر اپنی بات کہہ جاتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ کے کسی بھی عہد کا جائزہ لے لیجئے تو ایسے شواہد اور ثبوت لاتعداد ملیں گے کہ لوگوں نے بڑے بڑے معاملات پر سمجھوتہ کر لیا مگر اپنے وجود، اپنے تشخص، اپنی روایات اور ثقافت پر سمجھوتہ کرنے کی مثالیں شاذ ہی کسی تاریخ کے بوسیدہ اوراق میں ملیں۔ محبت کا سفر گھر سے شروع ہوتا ہے۔ گلی، محلے، گاؤں، شہر اور ملک بعد میں آتے ہیں۔ یہ ایک قانون فطرت ہے۔ اس سے اغماز برتنا حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ اس لئے جو لوگ اپنے گھر یعنی اپنے صوبے کی بات کرتے ہیں اور اپنے عوام کے حقوق کی پاسداری کا حلف ریکارڈ کرا رہے ہیں۔ انہیں ہدف تنقید بنانے کے بجائے حرف ستائش کا مستحق سمجھا جانا چاہئے۔

بلوچستان کی اہمیت جہاں ماضی میں بڑی طاقتوں اور فاتحین کے نزدیک انتہائی اہم رہی ہے وہاں آج کے دور میں بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔۔

بلوچستان کو اس کے جغرافیائی اہمیت اور سرحدی محل وقوع کے اعتبار سے ایشیاء میں ایک اہم ترین بفر اسٹیٹ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے بلوچوں کو ہمیشہ اپنے سے زیادہ طاقتور اور باجبروت حکومتوں سے ٹکرانا پڑا ہے۔ بلوچوں نے آرام سے بیٹھ کر کبھی بزم آرائی نہیں کی بلکہ میدان رزم کی گرم بازاری ہی ان کے حصے میں آتی رہی ہے اور انہوں نے اپنی ساری زندگی مدافعانہ جنگ و جدل میں گزار دی ہے۔

بلوچستان میں بسنے والے اقوام بشمول بلوچ کی معاشی حالت کبھی بھی متوازن نہ رہی۔ جبکہ ان کی معاشی جدوجہد میں ہر وقت اپنی مال مویشی، ماہی گیری، زراعت اور دیگر وسائل کے ذریعے اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کی مگر ان کو ہر وقت معاشی مسائل کا سامنا رہا جس کی وجہ سے غربت اور افلاس کی حالت میں ان کو زندگی بسر کرنا پڑی۔ اس صورت حال کو فاروق بلوچ اپنی کتاب "بلوچ اور اُن کا وطن" میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "بلوچستان کی معاشی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ ہر طرف غربت، افلاس، بھوک اور بیماریوں کا ڈیرہ ہے ۔ کوئی بلوچ گھرانہ شاید ہی خوش قسمت ہو گا کہ جہاں کبھی فاقے نہ ہوں ورنہ بلوچوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے حالانکہ وہ ایک ایسی سرزمین کے وارث ہیں کہ جہاں سمندر ہے، معدنیات ہیں بین الاقوامی بری، بحری اور فضائی راستے ہیں جہاں انواع واقسام کے پھل پھول، اناج، سبزیاں اور جنگلی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں مگر وہاں کا مالک ننگا اور بھوکا مختلف بیماریوں سے اذیت کا مارا تڑپ تڑپ کر مر رہا ہے"[21]

CC BY

نتائج

بلوچ قوم کی وطن کے بارے میں مختلف مورخین نے اپنے اپنے معلومات کے مطابق تحریر کئے ہیں۔ جہاں اس قوم کی وطن کی بات ہے تو اصل میں کسی بھی قوم کے حال کو دیکھا جاتا ہے کیونکہ ماضی سے زیادہ اس کا حال بہت اہمیت رکھتا ہے اور حال کی حقیقت یہ ہے کہ بلوچوں کا وطن بلوچستان (پاکستانی) ایرانی، افغانستان، ترکمانستان اور ماضی میں مختلف سر زمین رہے ہیں وہ جہاں بھی رہے اپنی قومی خصوصیات، روایات اور ثقافت کو زندہ رکھا۔ بلوچ تاریخ کے مختلف حصوں میں مختلف خطے اور جغرافیہ میں زندگی گزار چکی ہے۔ بلوچ جہاں بھی رہی ہے اس دور کے مورخین نے اس قوم کو جنگجو اور بہادر قرار دیا تو کسی نے مہمان نواز اور اپنے ثقافت اور سر زمین سے محبت کرنے والا قرار دیا جبکہ اس قسم کی رائے بھی پائی جاتی ہے کہ اس قوم کا وطن اصل میں کون سا سر زمین ہے۔

CC BY

---

[1] نصیر، میر گل خان، "کوچ وبلوچ" قلات پبلشر، کوئٹہ، ۱۹۹۵، ص، ۱

[2] بلوچ، فاروق، "بلوچ اور اُن کا وطن" فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۲، ص، ۲

[3] مری، شاہ محمد، "بلوچ قدیم عہد سے عصر حاضر تک" تخلیقات لاہور، ۲۰۰۰، ص، ۳

[4] ایضا، ص، ۴

[5] بلوچ، فاروق، "بلوچ اور اُن کا وطن" فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۲، ص، ۵

[6] بلوچ، محمد سردار خان، "بلوچ قوم کی تاریخ" بے نظیر انٹرپرائزز، ۱۹۹۵، ص، ۶

[7] ایضا، ص، ۷

[8] البوشہری محمد اسماعیل دشتی "بلوچ تاریخ عرب تہذیب" برکت اینڈ سنز کراچی، ۲۰۰۸، ص، ۸

[9] ایضا، ص، ۹

[10] ایضا، ص، ۱۰

[11] ابن حوقل، صورۃ الارض، فی مدینہ لیدن المحروستہ، بمطبعتہ بریل، بیروت، ۱۸۹۲، ص، ۱۱

[12] ایضا، ص، ۱۲

[13] ایضا، ص، ۱۳

[14] مری، جسٹس خدابخش بجارانی "ازمنہ بلوچ، تاریخ اور روایات" اسلامیہ پریس کوئٹہ، ۱۹۶۴، ص، ۱۴

[15] قیصرانی، پروفیسر محمد اشرف شاہین "1994ء "بلوچستان تاریخ اور مذہب" ادارہ تدریس آرچر روڈ کوئٹہ، ص، ۱۵

[16] بلوچ، فاروق، "بلوچ اور اُن کا وطن" فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۲، ص، ۱۶

[17] قیصرانی، پروفیسر محمد اشرف شاہین "1994ء "بلوچستان تاریخ اور مذہب" ادارہ تدریس آرچر روڈ کوئٹہ، ص، ۱۷

[18] بلوچ، فاروق، "بلوچ اور اُن کا وطن" فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۲، ص، ۱۸

[19] بگٹی، عزیز محمد، "بلوچستان شخصیات کے آئینے میں" فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز، ۱۹۹۴، ص، ۱۹

[20] بزنجو، طاہر، "بلوچستان، تاریخ وسیاست اور حساس محل وقوع" گوشہ ادب کوئٹہ، ۲۰۱۵، ص، ۲۰

[21] بزنجو، طاہر، "بلوچستان، تاریخ وسیاست اور حساس محل وقوع" گوشہ ادب کوئٹہ، ۲۰۱۵، ص، ۲۰

CC BY